اسلامی تعلیمات کی روشنی میں نظریہ و عمل میں ہم آہنگی کی اہمیت اور اس کا طریقہءکار

Importance of Harmony of Ideology and action in the light of Islamic teachings and its method

راشدہ بیگم*

نازش سہیل**

ISSN (P) 2664-0031 (E) 2664-0023
DOI: https://doi.org/10.37605/fahmiislam.v7i2.4

Received: September, 2024
Accepted: November, 2024
Published: December,2024

Abstract

A person's actions reflects his thoughts and ideas. There is a mutual connection between his actions and beliefs. When he ponders and as a result, he becomes the owner of a single ideology and believes in a strong belief, then his practical manifestations appear on the basis of this belief. A link is established between his thoughts and actions. Similarly, when a Muslim believes in the Faith of Islam, he adopts his life under a practical system. In fact, faith is not accepted without good deeds and neither are good deeds accepted without faith. These two are inseparable from each other. The foundation of Islam has been laid on a few beliefs, which it is the duty of a Muslim to believe. Whereas Islam gives a code of conduct for its believers, which is necessary to follow for the fulfilment of faith. Now if due to some reasons it is not possible to perform righteous deeds then there is a disturbance in faith. Therefore it is necessary for him to harmonize his actions with the requirements of faith, so that his faith is acceptable to Allah and his actions are also in accordance with the pleasure of Allah almighty.

Keywords: Mutual connection ,Actions and beliefs, Righteous deeds.

تعارف و تمہید

یوں تو کائنات کا یہ پورا نظام ہی قدرتِ الٰہی کا ایک عظیم شاہکار ہے لیکن انسان کی تخلیق بطورِ خاص ذاتِ باری تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے

* اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج پارہوتی مردان-ایم فل اسکالر :-
begumrashida90@gmail.com
(Correspondence Author)

** لیکچرار، گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج پارہوتی مردان -

فرمائی جس کی وجہ سے اس مخلوق کی حسن و خوبی میں مزید نکھار پایا جاتا ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْم [1]

ترجمہ:"یقیناً ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں پید ا کیا "

انسان کی تخلیق ہر لحاظ سے کامل ہے۔ اس کے اعضاء میں مناسبت ہے۔ یہ جانوروں کی طرح جھکا ہوا نہیں ہے بلکہ سیدھی اور بلند قامت والا ہے۔

اس عظیم مخلوق کو ذاتِ باری تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر فضیلت بخشی جس کی گواہی قرآن نے ان الفاظ میں دی ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ [2]

ترجمہ:"یقیناً ہم نے بنی آدم کوفضیلت بخشی۔"

انسان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اسے علم ،ہنر، قوت اور معتدل قد و قامت عطا فرمائے۔ اور پوری کائنات کو اس کے لئے مسخر کر دیا۔قرآن نے خود کئی مقامات پر انسان کی دوسری مخلوقات پرفضیلت کی وجوہات ذکر کی ہیں۔ مثلاً انسان کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھوں سے پیدا فرمایااللہ تعالٰی نے انسان کو خلیفہ بنایا [3]ملائکہ سے اسے سجدہ کروایا [4]انسان کے لئے پوری کائنات کو مسخر کیا۔[5]

اب اس عظیم المرتبت مخلوق کو ذمہ داری بھی عظیم سونپی گئی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو مکلف و پابند بنایا ہے۔ اس کو موجود ہی ایک عظیم مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے کیا ہے۔انسان اُس بارِ عظیم کو اٹھانے پر کمر بستہ ہو گیا کہ آسمان ،زمین اور پہاڑ بھی اس کو اٹھانے کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّاعَرَضْنَاالاَمَانَۃَعَلَی السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَاوَاَشْفَقْنَ مِنْہَاوَحَمَلَہَاالاِنْسَانُ [6]

ترجمہ:"ہم نے یہ امانت آسمانوں ، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی ، تو انھوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے، اور انسان نے اس کا بوجھ اٹھا لیا۔ "

یہاںامانت سے مراد "اپنی آزاد مرضی سے اللہ کی اطاعت کی ذمہ داری لینا" ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین پرانسان کو اپنے نائب کے طور پر بھیجا ہے۔اس پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکامات بجا لا کر اللہ کی زمین میں اللہ کا نظام نافذ کرے اور اللہ کی رضا اورجنت کی ابدی نعمتوں کا مستحق بنے ۔ اور اگر وہ اپنی آزاد مرضی کا غلط استعمال کرےگاتو اسےجہنم کا ایندھن بننے کے لئے تیار رہنا ہوگا۔خالقِ کائنات نے انسان کے اندر فکر و عمل کی اعلیٰ صلاحیتیں رکھی ہیں۔ان سے باقی مخلوق یا تو کلی طور پر محروم ہے یا جزوی طور پر۔ انسان لکھنے، پڑھنے، بولنے ،سمجھنے اور اپنی ذات اور کائنات میں غور و فکر کرنے کی اعلیٰ صلاحیت رکھتا ہے۔

ان میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت خاص اہمیت کی حامل صفت ہے۔انسان علم حاصل کرنے کے مختلف ذرائعوں مثلاً وجدان، حواسِ خمسہ عقل اور ان سب سے مستند اور شک و شبہ سے بالا تر ذریعے یعنی وحی کو استعمال میں لا کر اپنی ذات اور اپنے گرد وپیش میں غور و فکر کرتا ہے ،اس کے نتیجے میں اپناایک نظریہ قائم کرتا ہے ،اپنے لئےایک لائحہ عمل تیار کرتااور عمل کی راہیں متعین کرتا ہے۔ تاکہ اس بارِ اماانت کا حق ادا کیا جائے جس کا وہ مکلف ہے۔ انسان کا فقط کامل اور درست نظریہ ہی اس کے لیے ذریعہ نجات نہیں بن سکتابلکہ عمل کے میدان میں بھی اس نظریے کی کارفرمائی ازبس ضروری ہے۔ کیونکہ اس کی کامیابی کا مدار ہی اس کے عمل پر ہے۔

لہٰذا نظریہ وعمل کی ہم آہنگی انسان کے لیے اہمیت کی حامل بلکہ اسکی ضرورت ہے۔

فکر کے معنی اور مفہوم کی وضاحت

لغت میں فکر غور و حوض، سوچ بچار،رائے ،تدبیر اور خیال وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جب انسان کسی چیز کے بارے میں سوچتا ہے، اس کے بارے میں غور و فکر کرتا ہے تو وہ کسی ایک نتیجے تک رسائی حاصل کر لیتا ہے جسے تفکر کا نام دیا جاتا ہے۔

فکر کی منطقی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے۔” معلوم امور یعنی مقدمات کوا س طرح ترتیب دینا کہ ان سے نا معلوم چیز معلوم ہو جائے یا دل و دماغ میں امور کے بارے میں تدبر و تفکر کرنا۔ “[7]

تصوف کی اصطلاح کے طور پر فکر کو ذکر کے مقابلے میں لیا جاتا ہے۔ دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق''اربابِ تصوف عام طور پرفکر کے مقابلے میں ذکر استعمال کرتے ہیں، اس لحاظ سے فکر کا ترجمہ تصور یا مراقبہ بھی ہو سکتا ہے، فکر میں مشغول صوفی جب کسی حالت میں مستغرق ہوتا ہے تو وہ دراصل بعض افکار کے اتار چڑھاؤ اوراپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں غور و فکر کرتا ہے۔'' [8] یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے تصور میں مستغرق رہنے کو فکر کہتے ہیں۔

انسانی افکار سے نظریات کی تشکیل

قرآن کریم میں جا بجا انسان کو غور و فکر کرنےکی دعوت دی گئی ہے ارشاد ہوتاہے:

ترجمہ''کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔''[9]

اسی طرح سورۃ آل عمران میں ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ وِاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الاَلْبَابِ[10]

ترجمہ:'' بے شک آسمانوں او زمین کی تخلیق میں اور رات دن کی باری باری آنے جانے میں عقل والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔''

انسان وہ واحد مخلوق ہے جس کے اندر اللہ رب العزت نے غور و فکر کی اعلیٰ صلاحیت رکھی ہے۔ وہ کائنات میں غور و فکر کرکے اس کی حقیقت کا ادراک کرنے اور اس کے نتیجے میں خالقِ کائنات اور مالکِ کائنات کو پہچاننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔انسان کے پاس سوچنے، سمجھنے اور اپنی رائے کا اظہار کرنے کی صلاحیت باقی مخلوقات کے مقابلے میں بڑھ کر ہے۔ سورہ رحمٰن میں انسان پراللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اللہ تبار و تعالیٰ نے اسے بولنے پر قادر کیا۔عَلَّمَہُ الْبَیَانُیعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو بولنا سکھایا[11]۔ اسی صفت کی وجہ سے انسان کو حیوانِ ناطق کہا جاتا ہے۔ انسان کے پاس علم کے حصول کے جتنے بھی ذرائع ہیں (وجدان ، عقل اور حواس وغیرہ) وہ سب محدود ہیں ۔ جو اس کی حقیقت تک رسائی میں یقینی اور قطعی رہنمائی نہیں کر پاتے۔اللہ تعالیٰ چونکہ انسان کا خالق اور مالک ہے اس لئے وہ انسان کی بھلائی اور برائی سے بھی واقف ہے ۔وہ بہتر جانتا ہے کہ انسان کے حق میں کیا اچھا ہے اور کیا برا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کی

جسمانی نشو ونما کے ساتھ ساتھ اس کی روحانی تربیت کا ایک اعلیٰ انتظام بھی کیا ہے۔ اور وحی کے ذریعے اس کی حقیقی رہنمائی فرمائی ہے تاکہ اسے اچھائی اور برائی میں مکمل تمیز ہو سکےلیکن اسے اس وقت بھی اپنی رائے قائم کرنے میں آزاد چھوڑ دیا ہے اور اسے اپنے لئے کوئی ایک سمت متعین کرنے کی آ زادی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ[12](اور ہم نے اسے دو راستے دکھا دیے)اس آیت کی رو سے انسان کو اللہ تعالیٰ نے نیکی اور بدی، اچھائی اور برائی کے دو راستے دکھا دیے ہیں اور اختیار دیا ہےکہ اپنی آزاد مرضی سے جو راستہ اختیار کرنا چاہو کر لو لیکن اگر برائی کا راستہ اختیار کروگے تو سزا ملے گی۔ انسانی افکار کے نتیجے میں اس کے نظریات کی تشکیل ہوتی ہے اور اس کے نظریات اس کے اعمال کا محرک ہوتے ہیں۔

عمل کے معنی اور مفہوم کی وضاحت

عمل کام اور فعل کو کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ لفظ کسی بات یا کام کے بجا لانے اور تعمیل کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

عمل کسی امر کی حسبِ ضابطہ انجام دہی یا بجا آوری کو بھی کہتے ہیں ۔

انسان سے اچھے یا برے جو بھی امور سرزد ہوتے ہیں انہیں اعمال کا نام دیا جاتاہے۔

نظریات و اعمال کا باہمی تعلق

انسانی افکار و نظریات اور اعمال آپس میں مربوط ہوتے ہیں ۔انسانی اعمال اس کے نظریات کی عکاسی کرتے ہیں ۔اس کی اٹھک، بیٹھک، بول چال، حرکات و سکنات اورروزمرو کے معمولات اس کے نظریات کا پرتو ہوتے ہیں۔بتوں کا پجاری کسی بت کے سامنے ہی جھکا ہوا نظر آتا ہے کیونکہ اس کی نظر میں وہی اس کا معبود، حاجت رواور مشکل کشا ہے۔ جبکہ آخرت کا منکر فقط دنیا کو حاصل کرنے کی جستجو میں لگا رہتا ہے۔ وہ حشر نشر، حساب کتاب، جنت جہنم کی پرواہ کئےبغیردنیا کوحاصل کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کرتا ہے۔ جبکہ ایک مسلمان تقویٰ اور پرہیزگاری سے کام لیتے ہوئے ہر اس کام سے دور رہتا ہے جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔

اسلامی عقائد ونظریات

عقیدہ"عقدٌ" سے ہے جس کے معنی گرہ اور گانٹھ کےہیں اصطلاحی طور پر عقیدہ ان پختہ نظریات کا نام ہے جن پر ایک انسان یقین رکھتا ہے۔

انسان کے اپنے ذاتی نظریات جن کی بنیاد انسانی عقل پر ہوتی ہے، اپنے اندر غلطی کا امکان رکھتے ہیں۔ جبکہ اسلامی عقائد کاذریعہ وحی ہے اس لئے یہ اٹل اورحقیقت پر مبنی ہوتے ہیں ایک انسان کے دل میں جب ان عقائد پر یقین مضبوط ہو جائےتو وہ اسلام کے دائرے کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔

اسلامی عقائد حدیث جبریل میں ان الفاظ میں بیان ہوئے ہیں :

کان رسول اللہ یوما بارزا للناس فاتاہ رجل فقال یا رسول اللہ ! ما الایمان؟قال ان تؤمن با للہ وملائکتہ وکتابہ ولقائہ ورسلہ وتؤمن بالبعث الاخر[13]

ترجمہ:"آپﷺ ایک دن لوگوں میں ظاہر ہو کر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپﷺ کے پاس ایک شخص آیا ، اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! ایمان کیا ہے؟ آپﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر ایمان لے آئے اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اللہ سے ملاقات ہونے پراور اس کے رسولوں پراور اس بات پر ایمان لے آئے کہ مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھایا جائے گا۔"

اس حدیث کی رو سےاسلام کی بنیاد درج ذیل عقائد پر رکھی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان
فرشتوں پر ایمان
رسولوں پر ایمان
کتابوں پر ایمان
آخرت پر ایمان
موت کے بعد جی اٹھنے پر ایمان

یہ عقائد جب انسان کے دل میں مضبوطی سے جڑیں پکڑ لیں تویہ انسان کی سوچ پر بھی حاوی ہو جاتے ہیں اور اس کے نظریات بن جاتے ہیں۔ پھر ان کے خلاف نہ کوئی بات سوچی جا سکتی ہے نہ کوئی بات ان کےخلاف کہی جا سکتی۔ حتٰی کہ نہ ہی کوئی عمل ان کے خلاف کیا جا

سکتا ہے۔ غرض یہ عقائد انسان کی سوچ، افکار، نظریات اور اس کے اعمال پر حاوی ہو جاتے ہیں۔

ایمان کیا ہے؟

ایمان دراصل زبان کے اقرار اور دل کے یقین کا نام ہے۔ ایمان کی وضاحت ان الفاظ میں کی جا سکتی ہے۔

”آدمی جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر مکمل یقین رکھے ، اللہ کو اس کی تمام صفاتِ کمال کے ساتھ مانے اور اس کی بتائی ہوئی تمام باتوں (وحی ،آخرت اور

ملائکہ وغیرہ)پر کامل یقین کر کے ان کی تصدیق کرے، وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر پوری طرح راضی اور مطمئن ہو جائےتو اسی کا نام ایمان ہے“

ا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان

اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات ،صفات کے تقاضوں،ربوبیت اور الوہیت پر ایمان لانا اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔اللہ تعالیٰ اس پوری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ۔ وہ اکیلے اس کائنات کا نظام چلا رہا ہے۔ سورۃ الاخلاص میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ان الفاظ میں ہوا ہے:

قُلْ هُوَ اللہُ اَحَدٌ۔ اَللہُ الصَّمَدُ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّہٗ كُفُوًا اَحَدٌ[14]

ترجمہ: ” اے محمدﷺ!آپﷺ فرما دیجیے۔ کہ وہ اللہ ایک ہے ۔اللہ بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا باپ ہے نہ بیٹا۔ اور کوئی اس کا ہم سر نہیں۔“

اللہ تعالیٰ کو اکیلااپناخالق، مالک اور رازق تسلیم کر لینے کے بعد ایک مسلمان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ صفات کے تقاضوں میں بھی اسی کو اکیلا مانے۔ معبود وہ ہے تو عبادت اس کی کی جائے، رازق وہ ہے تو رزق اس ہی سے طلب کیا جائے۔ منعمِ حقیقی وہ ہے تو اس کے انعامات و اکرامات کا شکر ادا کیا جائے۔ اور اس کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی مرضی کے مطابق ہی استعمال کیا جائے۔ اور اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا اس کی مرضی کو ہی بنایا جائے۔

۲۔رسولوں پر ایمان

اس بات پر ایمان رکھنا کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمدﷺ تک انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے تقریباٍ ایک لاکھ چو بیس ہزار انبیائے کرام مبعوث فرمائے۔تمام انبیائے کرام علیھم السلام کی بنیادی دعوت

توحید کی تعلیم دینا تھی۔ یہ تمام انبیائے کرام علیھم اسلام بشر تھے ، معصوم یعنی گناہوں سے پاک تھے۔ان انبیاء کو مختلف شریعتیں اور کتابیں دی گیئں۔ اور یہ سلسلہ حضرت محمدﷺ پر ختم ہو گیا۔ گویا آپﷺ خاتم النبیین ہیں ۔ جن کوآخری اور قیامت تک قائم رہنے والی شریعت اور کتاب دی گئی۔

۳۔ کتابوں پر ایمان

اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیھم السلام پر کتابیں نازل فرمائیں۔جن میں چار مشھور کتابیں اور کئی انبیا کے صحیفے شامل ہیں ۔ ان کتابوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ وقتًا فوقتًا مخلوق کی ہدایت کا انتظام کرتا رہا ہے۔قرآن مجید اس سلسلے کی آخری کتاب ہے جوآخری پیغمبرحضرت محمدﷺ پر نازل ہوئی۔اب اس سے پچھلی شریعتوں اور کتابوں پر عمل منسوخ ہو گیا ہے۔ پچھلی کتابوں میں چونکہ تحریفات ہوئی ہیں اس لئےو ہ قابلِ عمل نہیں رہیں۔ اب صرف قرآن پر ہی عمل کیا جائے گا۔ جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے خود لیا ہے۔

۴۔فرشتوں پر ایمان

اس بات پر یقین رکھنا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہے، اسلام کے بنیادی عقائد میں شامل ہےفرشتے معصوم ہیں ، گناہوں سے پاک ہیں اور ہرآن اللہ تبارک و تعالیٰ کی اطاعت و عبادت میں مصروف ہوتے ہیں ۔ان کے ذمے اللہ تعالیٰ نے مختلف کام کئے ہیں۔مشرکینِ مکہ کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے (نعوذ با للہ) اللہ کی بیٹیا ں ہیں۔ اس عقیدے کو قرآن مجید نے رد کر دیا ہے۔

۵۔آخرت پر ایمان

آخرت پر ایمان بھی اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ انسان اس دنیا میں ہمیشہ کے لئے نہیں آیا ۔ اس کو اس دنیا میں کچھ عرصے کے لئے مہلت دی جاتی ہے پھر اس کو موت آتی ہے پھر اسے دوبارہ اٹھایا جائے گااور اسے اللہ کے حضور اپنے اعمال کا حساب دینا گا ۔ جس کے نیک اعمال کے وزن زیادہ ہوں گے وہ جنت میں جائے گااور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا لطف اٹھائے گا اس کے برعکس جس کے نیک اعمال کے وزن کم ہوں گے وہ جہنم کا ایندھن بنے گا۔

ان عقائد پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اپنی پوری زندگی ان کے مطابق ڈھالی جائے۔صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت وا طاعت کی

جائے۔ اس کے ساتھ شرک اور شرک کی تمام اقسام سے اجتناب کیا جائے۔حضرت محمدﷺ کو اللہ کا آخری رسول مان کر اس کے احکامات کی بجاآوری کے ساتھ ساتھ اس کی لائی ہوئی شریعت اور کتاب کے مطابق عمل کیا جائے۔ اورآخرت پر یقینِ کامل رکھتے ہوئے اُخروی زندگی میں کامیابی کی تیاری کی جائے اورایسے اعمال اپنائے جائیں جن سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہو اور جو آخرت کی کامیابی کی ضمانت فراہم کر سکیں۔

اسلام کے بنیادی عبادات و اعمال اور ان کا عقائد سے ربط

اسلام ایک الہامی مذہب ہے جس کی ساری تعلیمات وحی الہٰی پر مبنی ہیں ۔اسلام صرف چند عقائد اور رسومات کا نام نہیں بلکہ یہ مذہب ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جوہمیں زندگی گزارنے کا ایک پورانظام دیتا ہے۔اسی لئے اسلام اپنے ماننے والوں سے تقاضا کرتا ہے کہ اس نظامِ حیات پر بغیر کسی کمی بیشی کے عمل پیرا ہوں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَاۗفَّةً[15]

ترجمہ:’’اے ایمان والو !اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔‘‘

اسلام عقائد و نظریات اور اعمال صالحہ کا مجموعہ ہے۔ قرآنِ کریم نے بار بار ایمان اور عملِ صالح کا ذکر ساتھ ساتھ کیا ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُواالصّٰلِحٰتِ[16]

ترجمہ:’’بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کئے‘‘

قرآن نے ایمان اور عمل دونوں کو ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ٹھہرایا ہے۔اعمال کی اصلاح کا دارو مدار عقیدے کی اصلاح پر ہے۔ اگر عقیدے میں خرابی ہوگی تو تمام نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ[17]

ترجمہ’’یقینًا آپﷺ کی طرف بھی اور آپﷺ سے پہلے کے تمام انبیاء کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر آپﷺ نے شرک کیا تو یقینًا آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے‘‘۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو ایک نظریہ دے دیتا ہے ان کے سامنے ایک لائحہ عمل رکھ دیتا ہے۔ جس پر عمل کر کے وہ اللہ کے محبوب بندوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ حدیث کے مطابق اسلام کے بنیادی ارکان پانچ ہیں ۔
بنی الاسلام علی خمس، شہادۃ ان لا الہ ا لا اللہ وان محمدالرسول اللہ ، واقام الصلوۃ وایتاء الزکوۃ، والحج وصوم رمضان[18]

ترجمہ :''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے،اول گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبو د نہیں اور بے شک محمدﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اورنماز قائم کرنا اور زکٰوۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

کلمہ توحید

اسلام کا بنیادی رکن کلمہ توحید ہے۔ ایک مسلمان پر فرض ہے کہ اس پر ایمان بھی لائے اور اس پر اپنے اعمال کی بنیاد بھی قائم کرے۔ قرآن نے اس کی مثال ایک درخت سے دی ہےارشادِ خدا وندی ہے:
اَلَمْ تَرَكَيْفَ ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ[19]

ترجمہ:''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کی مثال کیسی بیان کی ہے؟ وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ مضبوطی سے (زمین میں) جڑی ہوئی ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔''

اس آیت میں کلمہ طیبہ کو درخت کی جڑ سے تشبیہ دی گئی ہے جو زمین کی طرح مومن کے دل میں استحکام کے ساتھ جمی ہوتی ہے۔اور اس کی شاخیں یعنی اعمالِ صالحہ جو ایمان پر مرتب ہوتے ہیں اور آسمان کی طرف قبولیت کے لئے چڑھتے ہیں ۔اور پھر ان اعمال سے درخت کے پھل کی طرح اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے ۔[20]

جب ایک انسان کلمہ شہادت یعنی اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداعبدہ ورسولہ پڑھ کر اسلام کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ اس بات کا اقرا کرتا ہے کہ اب وہ اپنی تمام زندگی اللہ تبارک و تعالیٰ کی مرضی کے مطابق گزارے گا۔ اب اس کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی رضاکوحاصل کرنا ہوگا۔جب ایک انسان اسلام کو بطورِ مذہب منتخب کر لیتا ہے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اوراسلام کے پیش کردہ نظریات پر ایمان لےآتا ہے تو اس کے پاس اس بات کی گنجائش نہیں رہ پاتی کہ وہ ان نظریات میں اپنی مرضی سے ردو بدل کرے یا ان میں

کمی بیشی کرے۔ جب وہ محمد رسول اللہﷺ کی نبوت و رسالت کا اقرار کرتا ہے تو اب اس کا فرض بنتا ہے کہ محمدﷺ رسول اللہ کے لائی ہوئی شریعت پر عمل کرے اور اس کے خلاف کسی بھی قانون کو قابلِ عمل نہ سمجھے۔

عبادات اور ا ن کا فلسفہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ[21]

ترجمہ:"اور ہم نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے"۔

غرض عبادات بذاتِ خود مقصود بھی ہیں اور انفرادی اصلاح اور تربیت کے ذرائع بھی ہیں ۔نماز ، روزہ ،زکٰوۃ اور حج کی صورت میں اسلام اپنے ماننے والوں کو عمل کا ایک ضابطہ فراہم کرتا ہے ۔ جن کا مقصد انسان کی تربیت اور اس کے اندر تقوٰی کی صفت کی آبیاری کرنا ہے۔ عبادات کا ایک مسلمان کے اندر نظم و ضبط پید اکرنے اوراس کی اصلاحی اور اسلامی تربیت کرنے میں کلیدی کردار ہوتا ہے۔عبادات سےعقائد کی نشوونما ہوتی ہے ،ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ اللہ کی رضا اور انعامات و اکرامات کے حصول کا سبب بنتے ہیں۔ مختصرًا یہ کہا جا سکتا ہے کہ عبادات ہماری روحانی اور عملی تربیت کے ارتقاء کی پہلی سیڑھی ہے۔

ا یک مسلمان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ نماز بظاہر تو کچھ عملی ارکان و مناجات کا مجموعہ ہے لیکن یہ عبادت اپنے اندر بے شمار حکمتیں رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشا دہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ[22]

ترجمہ:"بے شک نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے۔ "

نماز کے اندر ایسی صفت و خوبی پائی جاتی ہے کہ اگر اسکو خشوع و خضوع اور ارکان کی حفاظت کے ساتھ ادا کیا جائے تو یہ انسان کے باقی اعمال کوسنوارنے کا بھی سبب بنتی ہے۔ جب انسان رکوع میں اللہ کے سامنے جھکتا ہے اور پھر سجدے میں عاجزی کی انتہائی صورت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی ناک اور پیشانی اللہ کے سامنے رکھتا ہے تو وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز اور بے بس ہے۔

اس کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے اور وہ کسی بھی فحش اور منکر کام کے اجتناب سے رک جاتا ہے۔ جب بندہ ٔ مومن نماز میں اللہ سے دعا طلب کرتا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم " اے اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا" تو اللہ تعالیٰ اس کی یہ عاجزانہ اپیل اپنے دربار میں قبول فرماتا ہے اور اس کو ہدایت نصیب فرما دیتا ہے۔ جس کی بدولت اس کے اعمال و افکار میں حسن پید ا ہو جاتا ہے۔ دن میں پانچ مرتبہ جب بندہ مومن اللہ کے حضور کھڑا ہوتا ہے اور ہدایت طلب کرتا ہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس پر اپنے رحم و کرم کے دروازے کھول دیتا ہے۔ لیکن اس موقعے پر نیت میں خلوص درکار ہوتا ہے۔ اور ساتھ میں اللہ پر یقین کامل ہو تو نماز میں مانگی گئی دعاؤں کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔جب کوئی اللہ کی طرف بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔اور اس کے گمان کے مطابق اس پر عنایتیں فرماتا ہے۔

روزے میں ایک مسلمان بھوک پیاس کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے۔ اس عبادت سے صبر ،احساس اور برداشت کی صفات کے ساتھ ساتھ انسان میں تقوٰی کی صفت بھی پیدا ہوتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ[23]

ترجمہ:"اے ایمان والو !تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بنو"

مولانا مودودیؒ تقویٰ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"تقوٰی حقیقت میں نفس کی اس کیفیت کا نام ہے جو خدا ترسی اور احساسِ ذمہ داری پیدا کرتی ہے۔ اور زندگی کے ہر پہلو میں ظہور کرتی ہے۔ حقیقی تقوٰی یہ ہے کہ انسان کے دل میں خدا کا خوف ہو ، عبدیت کا شعور ہو ،خدا کے سامنے اپنی ذمہ داری اور جواب دہی کا احساس ہو، اور اس بات کا زندہ ادراک موجود ہو کہ دنیا ایک امتحان گاہ ہےجہاں خدا نے ایک مہلتِ عمر دے کرمجھے بھیجا ہےاور آخرت میں میرے مستقبل کا فیصلہ با لکل اس چیز پر منحصر ہے کہ میں اس دئیے ہوئے وقت کے اندر اس امتحان گاہ میں اپنی قوتوں اور قابلیتوں کو کس طرح استعمال کرتا ہوں ، اس سرو سامان میں کس طرح تصرف کرتا ہو ں جو مشیتِ الہٰی کے تحت مجھے دیا گیا ہےاور ان انسانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہوں جن

سے قضائے الہٰی نے مختلف حیثیتوں سے میری زندگی متعلق کر دی ہے۔ ‘‘[24]

حدیث میں ہے:

” جس نے برے قول اور برے عمل کو نہ چھوڑا، اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی خدا کو کوئی ضرورت نہیں۔ ‘‘[25]

غرض روزے کا حقیقی مقصد خواہشات و لذات کو ترک کرکے نفس کی مشق و تربیت کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ[26]

ترجمہ: ” بے شک تمہارے مال اور تمهاری اولاد تمہارے لئے آزمائش ہیں۔‘‘

مال کی محبت انسان کی ایک بہت بڑی کمزوری ہے۔ اس کمزوری کو ختم کرنے اور اس کو ایک مومن اور اس کے رب کے درمیان حائل ہونے سے روکنے کے لئے اس مال میں سے زکٰوۃ فرض کی گئی ہے-اور اس کو عبادت کے درجے میں رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا[27]

ترجمہ:” ان کے مالوں میں سے زکٰوۃ لے لیا کرو کہ اس سے تم ان کو ظاہر میں بھی پاکیزہ کرتے ہو اور باطن میں بھی۔‘‘

غرض زکٰوۃ مال اور اعمال کی پاکیزگی کا سبب ہے-زکٰوۃ ادا کرنے سےبخل،کنجوسی اور بدخلقی جیسی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں،غرض اعمال کی پاکیزگی ہوتی ہے اوراس کے مال میں سے جب دوسروں کا حصہ نکل جاتا ہے تو اس کا مال بھی پاکیزہ ہو جاتا ہے۔

حج اسلام کا آخری رکن ہے اور یہ تمام عبادات کی روح اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اس میں نماز و طواف بدنی عبادات کی طرح، مال خرچ کرنا زکٰوۃ کے مشابہ جبکہ سفر کی صعوبتیں برداشت کرنا جہاد کے مانند ہے۔ اس عبادت سے جانی اور مالی قربانی پیش کرکے ا نسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی عملی مشق کرتا ہے۔ ارشادِ خدا وندی ہے:

فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جَدَالَ فِي الْحَجِّ[28]

” پس جس شخص نے لازم کر لیا ان میں حج تو بے حجاب ہونا جائز نہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑنا حج کے زمانے میں۔“

رفث کے معنی ہیں عورت سے مباشرت اور اس کے مقدات ۔ حج میں یہ حرام ہیں۔ فسوق اپنے معنی کے اعتبار سے سب گناہوں کو شامل ہے۔ ان کے علاوہ لڑائی جھگڑا کرنا بھی حج کے دوران حرام ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ [29]

ترجمہ:” جس نے اللہ کی خوشنودی کے لئے حج کیا اور فحش کلامی نہیں کی اورنافرمانی نہیں کی وہ اس دن کی طرح(گناہوں سے ایسے پاک ہو کر) لوٹتا ہے کہ جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔“

اسلام اور اخلاقیات

اسلام اپنے ماننے والوں میں اچھے اخلاق دیکھنا چاہتا ہے ۔ اسلام معاشرتی زندگی کا خواہاں ہے جبکہ معاشرہ افراد کے مجموعے کانام ہے۔ جب معاشرے کے افراد ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں گے تومعاشرہ ٹھوس بنیادوں پر استوار ہو سکتا ہے۔ معاشرتی ا صلاح کے لئے اسلام اخلاقیات کا ایک مربوط نظام فراہم کرتا ہے۔ اسلام میں بری اور سخت بات کہنا جس سے دوسروں کی دل آزاری ہے ممنوع ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ” اور لوگوں سے اچھی بات کہو“[30]

حضرت محمدﷺ کا ارشاد ہے:

اکمل المؤمنین ایمانا احسنکم خلقا [31]

رجمہ:”ایمان میں سب سے کامل مومن وہ ہے جو سب سے بہتر اخلاق والا ہو۔“

اس حدیث سے یہ بات منتشرح ہوتی ہے کہ ا چھے اخلاق سے ایمان کی نشو ونما ہوتی ہے اور ایمان کی بڑھوتی ہوتی ہے۔ اوربہتر اخلاق سے ایمان کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ دوسروں سےاچھے اخلاق سے پیش آنے کا اجر اللہ خود دیتا ہے اور اللہ ہمیشہ اس کی مدد کرتا ہے جو دوسروں کی مدد کرتا ہے۔

اسلام نے انسانی معاشرے کے لئے حقوق وفرائض کا ایک نظام قائم کیا ہے۔ معاشرے کے ہر فرد کے حقوق دوسروں کے فرائض ہوتے ہیں اور اس کے فرائض دوسروں کے حقوق ہوتے ہیں ۔لہٰذا اگر ایک بندہ اپنے فرائض پوری تندہی سے ادا کرے گا تو اس کو خود بخود اس کے حقوق ملتے جائیں گے۔ ایک مسلمان کی جان ،مال ،عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہوتی ہے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

" مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مدد گار چھوڑتا ہے۔ اور نہ اسے حقیر جانتا ہے۔ پھر آپﷺ نے اپنے قلبِ مبارک کی طرف تین بار اشارہ کرتے ہوئے یہ الفاظ فرمایا:تقوٰی اس جگہ ہے۔ کسی شخص کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور عزت حرام ہے۔"[32]

اچھے اخلاق ہمیشہ معاشرے میں اچھے جانے جاتے ہیں۔ سچائی، امانتداری، عفو و درگزر، صبر و تحمل و بردباری ، ایفائے عہد اور ایثار و قربانی ایسی صفات ہیں کہ جن کو نہ صرف اللہ تعالٰی بلکہ معاشرہ بھی پسند کرتا ہے۔ بعض اوقات کی اگر انسان سے یہ اوصافِ حمیدہ محو ہو جائیں تو انسان اشرف المخلوقات کی بجائے درندہ صفت مخلوق بن جاتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان میں ظاہری اور باطنی اخلاقی برائیاں یعنی جھوٹ، غیبت،ریا کاری، حسد ، تکبر، اور بد دیانتی کے اوصاف غالب آجائیں تو اس انسان کو نہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے نہ ہی اسے معاشرے میں اعلیٰ مقام ملتا ہے۔ایسے انسان سے لوگ نفرت کرتے ہیں اور اس سے کوئی تعلق قائم کرنا نہیں چاہتا۔

غرض اچھے اخلاقیات کی ترغیب کے مقاصد میں رضائے الٰہی کا حصول ممکن ہوتا ہے۔

اچھے اخلاق سے متصف شخص سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولﷺ خوش ہوتے ہیں۔

مومن کا اچھا اخلاق ہی اس کے ایمان کی تکمیل کی دلیل ہے۔

اچھا اخلاق جنت میں داخلے کا بڑا سبب ہے[33]

اسلامی افکار و اعمال میں ہم آہنگی

ایمان کی تکمیل کے لئےعملِ صالح کو اس کے ساتھ مربوط کر دیا گیا ہے۔ جس کے چیدہ چیدہ مظاہر بیان کر دئے گئے ہیں لیکن درحقیقت عملِ صالح کا مفہوم بہت وسیع ہے۔اس کے اندر انسانی اعمال کے خیر کے تمام گوشے اور جزئیات شامل ہیں۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے :

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ[34]

ترجمہ: ’’جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور قائم رکھا اوعرنماز پڑھتے رہے۔اور زکوٰۃدیتے رہے ان کیلئے ہے ثواب انکا ان کے رب کے پاس اور نہ ان کو خوف ہو گااور نہ وہ غمگین ہوں گے۔‘‘

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ[35]

’’اور جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک وہی جنت کے رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔ ‘‘

یہ آیات ثابت کرتی ہیں کہ دینِ اسلام چاہتا ہے کہ مومن کے اعمال اس کے عقائد و نظریات کے مطابق ہوں دونوں میں ہم آ ہنگی ہو ورنہ اعمال کے بغیر ایمان مقبول نہیں اور ایمان کے بغیر اعمال غیر مقبول ہیں ۔ مسلمان کا اپنے عقائد پر ایمان اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ اس کے اعمال خود بخود اس کے عقائد و نظریات کے تابع رہیں ۔ لیکن کچھ عناصر کی بنا پر اس کے ایمان میں کمی اور اس کے اعمال میں کجی واقع ہو سکتی ہے۔ جن کا مقابلہ مومن کا فرض ہے تاکہ اس کا ایمان محفوظ رہے۔ ان میں سے چند عناصر اور ان سے بچنے کی تدابیر پیش خدمت ہیں۔

انسانی افکار واعمال میں فصل ڈالنے والے امور

۱۔شیطان اور شیطانی وسوسے

شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے۔ جب اسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اس نے تکبر سے کام لیتے ہوئے انکار کر دیا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور اس کی بیوی حوا کو جنت میں ٹھہرایا اور ایک درخت کے کھانے سے انہیں منع فرمایا۔ شیطان نے ان کوپھسلایا اورانھوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا[36]۔ تب سے شیطان انسان کا دشمن بن گیا اوراس نے اولادِ آدم کو بہکانے کا بیڑا اٹھا لیا۔ شیطان انسان کو مختلف

طریقوں سے ورغلاتا ہے ا س کے سامنے جھوٹی دنیاوی رعنائیاں رکھ دیتا ہے ،اسے جھوٹی امیدیں دلاتا ہے اور اسے اپنے فریب کے جال میں پھنسا دیتا ہے۔

حفاظت کے طریقے: قرآن شیطان سے بچنے اور اس سے دشمنی کرنے[37] اور اس کے وسوسوں سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ سے دعا مانگنے کی ترغیب دیتا ہے۔ [38] کیونکہ شیطان سے حفاظت اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ممکن ہے۔

۲۔نفسانی خواہشات

انسان کا نفس بھی انسان کا دشمن ہے بعض دفعہ نفسانی خواہشات کی تکمیل انسان کو اللہ کے پسندیدو راستے سے ہٹا دیتاہے۔ عام طور پر نفس کوتین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ا۔نفسِ امارہ یعنی گناہوں پر ابھارنے والا نفس۔ قرآن کریم ان الفاظ میں اس نفس کا بیان کرتا ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِا السُّوءِ [39]

ترجمہ:"بے شک نفس تو برائیوں پر ابھارنے والا ہے۔"

انسان جب دنیا کی رنگینیوں کو دیکھتا ہے تو اس کے دل میں دنیاوی فوائد کو حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوجاتی ہے۔ وہ دنیا کے فریب میں مبتلا ہو جاتا ہے اس کی نفسانی خواہشات اس کو دنیا وی لذات میں مگن کر دیتی ہیں اور اسے آخرت سے غافل کر دیتی ہیں۔

ب۔نفسِ لوامہ سورہ قیامہ میں اللہ تعالیٰ نے نفسِ لوامہ کی قسم کھائی ہے

وَلَاأُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ یعنی میں قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔[40]

نفسِ لوامہ گناہوں کے ارتکاب پر انسان کو ملامت کرتا ہے۔ اور اس کی توبہ کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

ج۔ نفس مطمئنہ سورۃ الفجر میں ارشاد ہوتا ہے:

یٰٓاَیَّتُہَاالنَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃِ۔ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً [41]

ترجمہ:"اے نفسِ، مطمئنہ اپنے رب کی طرف واپس آجا ، راضی اور اس سے راضی ہو کر۔"

نفسِ مطمئنہ نفس کی وہ قسم ہے جو ہمیشہ اپنے رب کو راضی کرنے میں لگا رہتا ہے اور یہی اس کے سکون کی کیفیت ہوتی ہے۔

حفاظت کے طریقے: ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان اپنےنفس کو اپناتابع بنائے نہ کہ وہ خود نفس کا تابع بنے۔ نفس اور نفسانی خواہشات کے خلاف جہاد کو جہادِ اکبر کا نام دیا گیا ہے۔ لہٰذا اسکو سنوارنے کی ضرورت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَنَفْسٍ وَّمَاسَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْخَابَ مَنْ دَسّٰهَا [42]

ترجمہ:"قسم ہے نفس کی اور جس نے اسکو ٹھیک بنایا پھر اسکو بدکاری سے بچنے اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی۔یقیناً کامیاب ہوا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا۔ اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا۔"

۳۔دنیاوی مال و اولاد

دنیاوی مال اور اولاد کو اللہ تعالیٰ نے فتنہ قرار دیا ہے۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ[43]

ترجمہ:"اور جان لو کہ بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئےآزمائش ہیں"

مال اور اولاد کی محبت انسان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مجبور کرتی ہے۔اکثر دنیاوی مال حاصل کرنے کے لئے انسان اللہ کے حرام کردہ ذرایعوں کا استعمال کرتا ہے۔جو اللہ کی نافرمانی کا سبب بنتے ہیں ۔ اسی طرح اولاد کی محبت میں بھی اکثر اوقات انسان اپنےرب کی قائم کردہ حدود سے نکل جاتا ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی نافرمانی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

حفاظت کے طریقے:

ا۔مال کے فتنے سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ مال کے مقابلے میں اللہ کی محبت اپنے دل میں موجزن کی جائے ۔

ب۔ مال کی زکوٰة ادا کی جائے، اسے صدقے اورخیرات کی صورت میں اللہ کی راہ میں لٹا دیا جائے اور حضرت ابوبکرصدیقؓ کے اس اسوہ کو اپنایا جائےکہ اپنے گھر کا پورا سامان رسولِ خدا ﷺکی خدمت میں پیش کرتے ہوئے بولے:۔صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

۴۔ گناہوں کی کثرت

انسان کا ابتدائی گناہ اسے گناہو ں پر دلیر کر دیتا ہے۔ اور اس کے دل سے تقوٰی کی صفت نکل جاتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

ان العبد اذا اخطا خطیئۃ نکتت فی قلبہ نکتۃ سوداء، فاذا ھو نزع واستغفر وتاب سقل قلبہ ،وان عاد زیدا فیھاحتی تعلو قلبہ وھو الرأن الذی ذکر اللہ:کلا بل ران علی قلوبھا کانوا یکسبون[44]

ترجمہ:" بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو ا سکے دل میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے، پھر جب وہ گناہ کو چھوڑ دیتا ہےاور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کے دل کی صفائی ہو جاتی ہے(سیاہ دھبہ مٹ جاتا ہے) اور اگروہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو سیاہ تکتہ مزید پھیل جاتا ہےیہاں تک کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے، اور یہی وہ (ران) ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت(یوں نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے) میں کیا ہے۔"

یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ انسان کے گناہ اس کے دل کو بے کار بنا دیتے ہیں ۔اور اگر وہ تونہ کرے تو اس سے مزید نیکی کی توفیق چھن جاتی ہے۔

حفاظت کے طریقے:

ا۔گناہوں کی کثرت سے بچنے کے لئےگناہوں سے پرہیز کیا جائے۔

ب۔ذکر کی کثرت کی جائے

ج۔ قرآن کی تلاوت کی جائے۔

۵۔اللہ کی یاد سے غفلت

بعض دفعہ انسان دنیا میں اس قدر مگن ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ کی یاد کو بھول جاتا ہے اور شیطان اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لیتا ہے۔جب انسان دل میں یا اپنی زبان کے ذریعے اللہ کے ذکر میں مگن رہتا ہے تو شیطان کااس پر بس نہیں چلتا۔حدیث کے مطابق ذکر سے خالی دل شیطان کا گھر ہوا کرتا ہے۔

جس دل میں اللہ کا ذکر ہو شیطان اس میں وسوسے نہیں ڈال سکتا۔ حدیث میں ہے:

الشیطان جاثم علی قلب ابن آدم فاذا ذکرا اللہ خنس واذا غفل وسوس[45]

ترجمہ: ’’شیطان ابنِ آد م کے دل کے ساتھ چمٹا رہتا ہے، جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تووہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو وسوسے ڈالتا ہے‘‘

حفاظت کا طریقہ: انسان کو ہر وقت اللہ کے ذکر میں مگن رہنا چاہئے۔ اسے دل سے ،زبان سے اور اعضاء وجوارح سے ذکر میں مشغول رہنا چاہئے تاکہ اس کا دل شیطان کی آماجگاہ نہ بننے پائے۔اور اسے اس پر غالب آنے کا موقع نہ ملے۔

۶۔خود غرضی اور نفس پرستی

خود غرضی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ایک انسان اپنےذاتی مفاد کے لئےدوسروں کی حق تلفی کرےاور دوسری صورت میں اپنا پیمانہ وسیع کرتے ہوئے یہ نفس پرستی،قوم پرستی اور نسلی امتیاز کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔جس سے انسانی زندگی میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اور نسان اللہ کی نافرمانی پر اتر آتا ہے۔

حفاظت کا طریقہ: خود غرضی سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے اندر عاجزی کی صفت پیدا کرے۔ جب وہ اس بات کا معترف ہو جاتو ہے کہ وہ اللہ کے سامنے بے بس ہے اور وہ اللہ کا عاجز بندہ ہے تو اس کے دل سے خود پسندی نکل جاتی ہے اور وہ خود کواللہ کی اطاعت اور تابعداری کے سپرد کر دیتا ہے۔

۷۔ دینی علوم سےلاعلمی

مسلمانوں کااللہ تعالیٰ کے دین پر کامل عمل نہ کرنےکی ایک بڑی وجہ دینی علوم سےلاعلمی اور جہالت بھی ہے۔خاص طور پر موجودہ دور کا یہ ایک بڑا المیہ ہے۔ اور اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ اسلامی افکار و اعمال سے آگاہی کی طرف توجہ بھی کم ہی دی جاتی ہے خاص طور پر نوجوان نسل جو دنیاوی تعلیم میں آگے بڑھنے کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن دینی تعلیم میں انکی دلچسپی صفر درجے تک آجاتی ہے۔ اسی طرح مغرب کی تقلید ، دنیاوی لالچ اور جدت پسندی کے خناس نے ہماری نئی نسل کو دین سے دور کر دیا ہے۔اس مسئلے کاحل اس صورت میں نکل سکتا ہے کہ نوجوان نسل کے اذہان میں دینی تعلیم کی اہمیت اجاگر

کی جائے ان کے سکولز اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں قرآن و حدیث کی تعلیم لازمی قرار دی اور انہیں اپنے اقدار سے روشناس کرایا جائے۔

نیک اعمال کی توفیق پانے والے امور

درج ذیل صفات و امور کا اہتمام کرنے سے ایک مسلمان اپنے اعمال اسلامی قوانین کے مطابق ڈھال سکتا ہے۔

۱۔اخلاص

علامہ شوکانیؒ اخلاص کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

والاخلاص : ان یقصد العبد بعملہ وجہ اللہ سبحانہ[46]

ترجمہ:"اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے عمل سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضاکا قصد کرے۔"

کسی بھی عمل کوخالصتًا اللہ کی رضا کے لئے کرنا چاہیےاور کسی دنیاوی غرض یا اپنےذاتی مفاد کو مدنظر نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ اللہ کے ہاں وہی عمل مقبول ہے جواخلاص کے ساتھ کیا گیا ہو۔ اور رسول اللہﷺ نے بھی ایک حدیث کے ذریعے اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اعمال کا دارو مدار نیتوں پر موقوف ہے یعنی کسی عمل کو سرانجام دیتے ہوئےجس کی نیت میں جتنا خلوص ہوگا اس کے عمل پر اسے اتنا ہی ثواب دیا جائے گا۔

۲۔خدائی ہدایت کی پیروی

جب انسان اپنی زندگی گزارنے کے اصول و قواعد خود ہی وضع کرنے لگے تواس کے مدِنظر اس کے اپنے ہی مفادات ہوتے ہیں جن کے مطابق وہ قوانین بنائےگااور اصول وضع کرے گا۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ قوانین صرف حق کو مدِنظر رکھ کر ہی بنائے گئے ہیں۔[47]

اس حقیقت کو مدِنظر رکھتے ہوئےاللہ کی اطاعت کے سامنے اپنے گھٹنے ٹیک دینے چاہیئں۔ کیونکہ اللہ کی اطاعت سے ہی حقیقی کامیابی مل سکتی ہے۔

۳۔تقوٰی

انسان کا تقوٰی یہ ہے کہ اس کے دل کےاندر اللہ کا خوف ہو۔ اسے اللہ کی بندگی کا شعور ہو۔ اسے اس بات کا احساس ہو کہ وہ اپنے اعمال کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہے۔اس کے دل میں گناہ کرتے

وقت کھٹک پیدا ہوکہ اللہ اسے ہرآن دیکھ رہا ہے۔تب وہ دنیا میں پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہے۔ اللہ کی نافرمانی کا خوف اس کے دل م و دماغ پر حاوی ہو جاتا ہےاور اس کی پوری سیرت پاکیزگی کے دائرے میں ڈھل جاتی ہے۔ اس کی زندگی کے ہر ہر گوشے میں تقوٰی کا رنگ نظر آتا ہے۔ جب انسان کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے تو وہ حقیقی تقوٰی کی حامل بن جاتا ہے۔ اس کے برخلاف مصنوعی تقوٰی کے حامل لوگ اگر ایک شعبے میں (جہاں انھیں تقوٰی کی ترغیب دی گئی ہو)تقوٰی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو ان کی زندگی کا دوسرا گوشہ تشنہ رہتا ہے۔ مولانا مودودیؒ حقیقی اور مصنوعی تقوٰی کے فرق کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

’’ایک شحص تو وہ ہے جس کے اندر طہارت ونظافت کی حس موجود ہے اور پاکیزگی کا ذوق پایا جاتا ہے۔ایسا شخص گندگی سے فی نفسہٖ نفرت کرے گا خواہ وہ جس شکل میں بھی ہو، اور طہارت کو بجائےخود اختیار کر لے گاخواہ اس کے مظاہر کااحاطہ نہ ہو سکتا ہو، بخلاف اس کے ایک دوسرا شخص ہے جس کے اندر طہارت کی حس موجود نہیں ہےمگر وہ گندگیوں اور طہارتوں کی ایک فہرست لئے پھرتا ہےجو کہیں سے اس نے نقل کر لیں ہیں۔ یہ شخص ان گندگیوں سے تو سخت اجتناب کرے گاجو اس نے فہرست میں لکھی ہوئی پائی ہیں، مگر بے شمار ایسی گھناؤنی چیزوں میں آلودہ پایا جائے گاجو ان گندگیوں سے بدرجہا زیادہ ناپاک ہوں گی، صرف اس وجہ سے کہ وہ اس فہرست میں درج ہونے سے رہ گئیں ہیں۔‘‘[48]

حقیقی تقوٰی کا حامل انسان ہمیشہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگا رہتا ہے ۔ اور وہ ان اعمال سے ہمیشہ اجتناب کرتا ہے جو اللہ رب العزت کی ناراضگی اور نافرمانی کا باعث بنتے ہیں۔

۴۔رسول اللہﷺ کی پیروی

امام ربانیؒ لکھتے ہیں:

’’اس نعمتِ عظمٰی یعنی معرفتِ خداوندی تک پہنچنا سید الاولین والآخرین کی اتباع سے وابستہ ہے، آپﷺ کی اتباع کئے بغیرفلاح و نجات ناممکن ہے۔‘‘[49]

رسول اللہﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔آپﷺ کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت اس کے بندوں تک پہنچانے اور انھیں اس ہدایت کے مطابق

عمل سکھانے کے لئے اس دنیا میں مبعوث کیا گیا ہے۔ آپﷺ کی تعلیمات وحی آسمانی پر مبنی ہیں اسلئے آپﷺ کی تعلیمات ہی ہمیں اللہ کی اطاعت کے سلسلے میں درست راہنمائی فراہم کر سکتی ہیں۔

۵۔ احسان

احسان کسی معاملے کوحسن وخوبی کے ساتھ انجام دینے کو کہا جاتا ہے۔

احسان کی حقیقت کو حدیث میں ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک[50]

ترجمہ:"احسان کی حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو(کم از کم) اتنا یقین رکھو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔"

خدائی ہدایات پر عمل احسان کے ساتھ کیا جائے تواس میں مزید خوبصورتی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور یہ اعمال درجات کی بلندی کا باعث بن سکتے ہیں۔

ہدایت پر قائم رہنے کی دعا:

انسان کوصحیح اور درست عقائد اور اعمال کی ہدایت پانے اور اس ہدایت پر قائم رہنے کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ اسلئے اللہ سے ہمیشہ دعا مانگتے رہنا چاہئے کہ وہ ہمیں ہدایت نصیب کرے اور مرتے دم تک ہمیں اس ہدایت پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔اللہ نے قرآن مجید میں ہمیں اس دعا کے الفاظ سکھا دیے ہیں:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَاِذْھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً۔اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّاب[51]

ترجمہ:"اے پروردگار جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی تو اس کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہمیں اپنے ہاں سے نعمت عطا فرما تو تو بڑا عطا فرمانے والا ہے"

نتائج

انسان اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نائب یا خلیفہ ہے۔

اس کے لئے کائنات کو مسخر کرکے اسے ذمہ دار بنایا گیا ہے

اسےغور و فکر کرنے کی صلاحیت دی گئی ہے اور اس کے نتیجے میں اسے اپنے لئے ایک لائحہ عمل متعین کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

اسے وحی کے ذریعے اچھائی اور برائی کی صحیح پہچان کروائی گئی ہے اوراسے کوئی بھی نظریہ یا عقیدہ اپنانے کی آزادی دی گئی ہے۔

اللہ تعالی نے اپنی اطاعت قبول کرنے والوں کو زندگی گزارنے کا ایک مکمل نصب العین فراہم کیا ہے جو اس کی دنیاوی اور اخروی دونوں زندگیوں کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

لہٰذا جب ایک بندہ اللہ کی اطاعت قبول کر لیتا ہے تو اسےاپنی اعتقادی اور عملی زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق ڈھالنی ہوگی۔اللہ کے راستے سےباز رکھنے والے جتنے بھی عناصر ہیں انکا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اپنے دل میں اخلاص اور تقوٰی کی صفات پیدا کرنی ہوں گی۔ انسان کے نیک اعمال ایمان کے بڑھنے اور اس کے برے اعمال ایمان کےگھٹنے کا سبب بنتے ہیں۔اس لئے اسے نیک اعمال کی کوشش میں لگے رہنا چاہیے تاکہ اس کے ایمان کی آبیاری ہوتی رہے۔

اللہ ہمیں اپنے دین پر قائم رہنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حوالہ جات وحواشی:

---

[1] التین :۴

At-Tin:4

[2] الاسراء:۷۰

Al-Israa:70

[3] البقرة : ۳۰

Al-Baqara:30

[4] البقرہ: ۳۴۰

AL-Baqara:340

[5] الجاثیہ: ۱۳

[6] الاحزاب:۷۲

Al-Ahzaab:72

[7] التریف الفقھیۃ ،ج:۱،ص:۱۶۷، میر سید شریف جرجانی، التعریفات،ص:۱۶۸

Al-tareef-ul-Faqih, Vol:1/page:167,Mir Syed Shareef Jarjani, al-Tarefat,page:168

[8] دائرہ معارفِ اسلامیہ ، ج :۱۵،ص: ۴۵۰

Dairaa maarif-e-Islamia,Vol:15page:450

[9] محمد:۲۴
Muhammad:24

[10] آل عمران:۱۹۰
Al-i-Imraan:190

[11] الرحمٰن:۰۲
Al-Rahmaan:2

[12] البلد: ۱۰
Al-Balad:10

[13] صحیح بخاری ،کتاب الایمان ،حدیث :۵۰
Sahih Bukhari,kitabul Iman,Hadith:50

[14] الاخلاص
Al-Ikhlaas

[15] البقرہ:۲۰۸
Al-Baqara:208

[16] البقرۃ :۲۷۷
Al-Baqara:277

[17] الزمر:۶۵
Al-Zumar:25

[18] صحیح بخاری، فصل : ایمان کا بیان،حدیث:۸
Sahih Bukhari,Fasal:Imaan ka bayan,Hadith:8

[19] ابراہیم:۲۴
Ibrahim:24

[20] مولانا محمد شفیع عثمانی ، معارف القرآن ،تفسیرسورہ ابراہیم ،آیت: ۲۴
Moulana Muhammad Shafi Usmani,Maariful-Quran,Tafseer sure- Ibrahim,verse:24

[21] الذاریات :۱۸
Al-Dhaariyat:18

[22] العنکبوت:۴۵
Al-Ankaboot:45

[23] البقرہ:۱۸۳
Al-Baqra:183

[24] مولانا سید ابو الاعلٰی مودودی ،اسلامی نظامِ زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ)لمیٹڈ،ص:۱۷۳
Moulana Syed Abul Aal Moudoodi, Islami nizam e zindagi or us ky buniadi tasawaraat, Islamic publications (private) limited,page:173

[25] معارف الحدیث:۸۸۹

Maarif ul Hadith:889

[26]الانفال:۲۸

Al-Anfaal:28

[27]التوبہ:۱۰۳

Al-Tawba:103

[28]البقرۃ : ۱۹۷

Al-Baqara:197

[29]صحیح بخاری،فصل :حج کا بیان،حدیث :۱۵۲۱

Sahih Bukhari,Fasal:Hajj ka bayan,Hadith:1521

[30]البقرہ : ۸۳

Al-Baqara-83

[31]جامع ترمذی،فصل: رضاعت کا بیان ،حدیث : ۱۱۶۲

Jamia Tirmizi,Fasal:Razaat ka bayaan,Hadith:1162

[32]صحیح مسلم، ج: ۲، ص ۳۱۷ ، باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ واحتقارہ

Sahih Muslim,vol:2,page:317,baab Tahreem zulmul Muslim wa Khuzluhu wa Ihtiqaruhu

[33]جامع ترمذی ،فصل:نیکی اور صلہ رحمی کا بیان،حدیث: ۲۰۰۴

Jamia Tirmizi, Fasal:Naiki awr Sila Rehmi ka bayan,Hadith:2004

[34]البقرۃ:۶۲

AL-Baqara:62

[35]البقرہ:۸۲

Al-Baqara:82

[36]البقرہ:۳۶

Al-Baqara:36

[37]الفاطر:۶

Al-Fatir:6

[38]اللناس:۶-۱

Al-Naas:1-6

[39]یوسف:۵۳

Al- yousuf:53

[40]القیامۃ:۲

Al-Qiamah:2

[41]الفجر :آیات: ۲۷،۲۸

Al-Fajar:27-28

[42]الشمس:۷-۱۰

Al-Shams:7-10

[43] التغابن:۱۵

Al-Taghabun:15

[44] جامع ترمذی،فصل: قرآن کی تفسیر کا بیان،حدیث:۳۳۳۴

Jamia Tirmizi, Fasal:Quran ki tafseer ka bayan,Hadith:3334

[45] مشکٰوۃ المصابیح،فصل:دعاؤں کا بیان،حدیث:۲۲۸۱

Mishkaat ul Masabeeh,Fasal: duaon ka bayan,Hadith:2281

[46] فتح القدیر: ۲۳۷-۴

Fathul-Qadeer:237-4

[47] مولانا مودودی،اسلامی نظامِ زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈص:۲۰۶

Moulana Syed Abul Aala Moudoodi, Islami nizam e zindagi or us ky buniadi tasawaraat, Islamic publications (private) limited,page:206

[48] ایضًا ،ص:۱۷۵

As above,page:175

[49] شیخ احمد سرہندی:مکتوبات،مکتوب: ۷۸،ج :اول،ص:۲۷۹

Sheikh Ahmad Sarhindi: maktoobaat, maktoob:78,Vol:1,page:279

[50] صحیح مسلم،فصل: ایمان کا بیان،حدیث:۹۳

Sahih Muslim, Fasal:imaan ka bayan,Hadith:93

[51] آل عمران:۸

Al-Imraan:8